ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر پروین کلو

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

عطاءالرحمن

ایم فل سکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

جاویز خان

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

نیلوفر اقبال کے افسانوی مجموعے "سیاہ سونا" کا مطالعہ

Dr.Parveen Kallu *
Associate Professor Urdu Department, Government College University Faisalabad.
Ata ur Rahman
Research Scholar MPhil, Urdu Department Hazara University Mansehra.
Javez Khan
Research Scholar PhD, Urdu Department Hazara University Mansehra.

***Corresponding Author:** drparveenkallu@gcuf.edu.pk

A Study of Nilofar Iqbal's Short Stories Collection “Siah Sona”

"Siah Sona" is Nilofar Iqbal's third and so far his last collection of fiction. Some of his fiction in this collection are reminiscent of his first two fiction collections in terms of technique and subject matter, and some of the fiction are of new technique and unique subject matter. But the flow of style is in all three collections. Her fiction is neither original style nor weighed down by heavy techniques. She chooses this specific style for her fiction writing. That is closer to their mood. In this period when Urdu fiction has explored many

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

possibilities. It is a challenge to make a name in the fiction of narrative tradition and realistic mood, but to get a high position. But Nilofar Iqbal has done her job well.

Key Words: *Nilofar Iqbal, Short Stories Collection, "Siah Sona", original style, weighed down, heavy techniques, specific style.*

نیلوفر اقبال نے افسانہ نگاری میں یہ مقام ایسے ہی حاصل نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے فن کو مختلف پیمانوں کی کسوٹی پر رکھ کر صیقل کیا ہے۔ محمد حمید شاہد ان کی افسانہ نگاری کے بارے میں کہتے ہیں:

"نیلوفر اقبال کا مشاہدہ بھرپور، تخیل ہرا بھرا، سوچ مثبت، دل درد مند اور نظر گہری ہے۔ انھوں نے ان وسائل کو اپنے افسانوں میں اخلاص بھرے قرینے سے برت کر بیانیے میں ایسی تخلیقی جہت پیدا کر دی جو بہت کم لکھنے والے کے ہاں جھلک دے پاتی ہے۔ یہیں سے وہ مختلف ہوتی ہیں اور لائق توجہ بھی۔"[۱]

اس افسانوی مجموعے کا پہلا افسانہ سیاہ سونا ہے۔ یہ افسانہ دراصل بلوچستان کے علاقے کا المیہ ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار فہیم ہے جو کہ غربت زدہ علاقوں میں ٹرک کے ذریعے سامان لے کر جاتا ہے۔

فہیم پڑھا لکھا اور بے چین طبیعت کا مالک نوجوان ہے۔ وہ بھی قحط زدہ علاقوں میں سامان لے جانے والے ٹرکوں کے ساتھ تھا۔ وہاں منظر اکتاہٹ پیدا کرنے والا تھا لہٰذا فہیم نے سوچنا شروع کر دیا وہ سوچتا ہے کہ:

"یہ خوراک سے بھرے ٹرک مذاق نہیں تو کیا ہیں ایک سنگین مذاق۔ جہاں یہ ٹرک جا رہے ہیں۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس زمین کے اندر دنیا کے عظیم ترین خزانوں میں سے ایک موجود ہے۔۔۔ "بلیک گولڈ"۔۔۔ سیال مدنیات کے لئے مستعمل ہے لیکن اس سادہ پتھر کے لئے زیادہ موزوں ہے جو یہاں زیر زمین دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔۔۔ آج سعودی عرب کو دیکھو۔۔۔ ایران کو دیکھو اسی دولت نے ان کی قسمت بدل دی ہے۔"[۲]

اس افسانے کو سمجھنے کے لئے بین الاقوامی سیاست اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے کردار کو سمجھنا ضروری ہے۔ خصوصاً ان اداروں کا تیسری دنیا کے ممالک میں کردار دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت غریب ممالک کو مزید غریب رکھنا چاہتی ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

اسی طرح مالیاتی ادارے جو قرضہ دیتے ہیں ان کی بھی یہ اہم اور پہلی شرط ہوتی ہیں کہ قرضہ لینے والا ملک اپنے ملک کے معدنی وسائل کو استعمال میں نہیں لائے گا نہ کوئی ایسا منصوبہ شروع کرے گا جس کے ذریعے وہ ملک ترقی اور خوشحالی کی راہ پر چل پڑے۔

وہ لوگ جن کا علاقہ معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ان کے بچے بھوک،پیاس اور مناسب غذا کی کمی سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر مر رہے ہیں۔مصنفہ نے امدادی خوراک کے ٹرکوں پر جھپٹنے والے اس علاقے کے لوگوں کی تصویر کشی کر کے ایک تضاد کی کیفیت پیدا کی ہے۔

> " تب چاروں جانب سے لوگ ٹرکوں پر چڑھ گئے اور تاک تاک کے نیچے اپنے خاندان کے لوگوں کی جانب بنڈل اُچھالنے لگے اور کھینچا تانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ایک ہی آٹے کی بوری کو کھینچتی ہوئی دو عورتیں زمین پر گتھم گتھا ہوئیں۔"(۳)

یہاں حکومتی نا اہلی کا بھی رونا ہے اور گورننس کے مسائل کا بھی بیان ہے۔یہ افسانہ ان کے عراق اور امریکا اور افغان امریکہ جنگ کے تناظر میں لکھے گئے افسانوں کی یاد دلاتا ہے۔

اس علاقے کے لوگ شعور اور تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔اس کی وجوہات میں ایک تو وہ خود شامل ہیں اور دوسرا حکومتوں کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی بھی شامل ہے۔

افسانے کے آخر میں اس بندے کے بارے میں فہیم کا سوچنا جس کے گھر فہیم کی ذمہ داری تھی۔راشن تقسیم کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ فہیم اس کی بے اعتنائی اور بے شعوری پر افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔

> " اسے وہی مرد آتا نظر آیا۔وہ خالی ٹرکوں کے قریب سے لاتعلقی سے گزر گیا۔وہ خیالوں میں گم بے مقصد سا ایک جانب کو جا رہا تھا۔اس کے پھٹے ہوئے چپلوں کے نیچے مٹی اور ریت کے اندر کہیں گہرائیوں میں سیاہ سونا ہونے کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔"(۴)

افسانہ بہ عنوان "پھر" میں عہد حاضر کا ایک اہم مسئلہ بیان ہوا ہے۔پچھلے دنوں قصور شہر میں ننھی زینب کے ساتھ زیادتی کر کے اس کو قتل کر دیا گیا اور اس سال کراچی کے علاقے کشمور میں ایک نابالغ بچی کے ساتھ ریپ کیا گیا۔اس افسانے میں بھی ریپ مرکزی موضوع ہے مگر بچی سے ریپ کی تفصیلات پوچھنے والے ایک وکیل اور ایک صحافی کی ذہنی خیالات کا بھی فن کارانہ بیان ہے۔نیلو فر اقبال اس افسانے میں لکھتی ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

> ”وکیل اور صحافی نے ان دونوں کو سمجھایا کہ بات کرنا کس قدر ضروری ہے۔وکیل کے لیے ہر بات کا سبب جاننا ضروری ہے۔ تبھی تو وہ کہیں بتا سکے گا اور عدالت کو قائل کر پائے گا۔صحافی کے لیے بھی ہر بات پوری تفصیلات کے ساتھ جاننا ضروری ہے۔ورنہ حقائق پر مبنی رپورٹنگ کرنا اس کے لئے دشوار ہوگی اور رائے عامہ کیسے ہموار کر پائے گا۔اس نوعیت کے کیسوں کے لیے رائے عامہ ہموار ہونا کیس میں جان ڈالنا ہے۔۔۔بات معقول تھی۔“[۵]

وکیل اور صحافی بیان میں ریپ زدہ بچی سے ایک ایک بات تفصیل سے پوچھتے ہیں اور اس تفصیل میں اپنے پیشہ ورانہ مقاصد سے زیادہ جنسی لذت مقصود ہوتی ہے۔بچی نہ چاہتے ہوئے بھی بتاتی ہے کہ کس طرح ایک کردار چچا سراج نے اس بچی کو اس کے باپ سے ملانے کا وعدہ کر کے ایک ویران کمرے میں لے گیا جہاں توڑی پڑی ہوئی تھی اور یہ بھی کہ کس طرح وہ خود بھی سارا ننگا ہو گیا اور لڑکی کو بھی ننگا کر دیا اور اب حالت یہ تھی کہ اس کو بہت تیز بخار تھا اور اس کے بدن کے مخصوص اجزا لہولہان اور اس کا بدن زخمی تھا۔

مصنفہ نے بہت فن کارانہ طریقے سے اس صحافی اور وکیل کی نفسیات کو پیش کیا۔ان دونوں نے بھی اتنا بڑا ہی جرم کیا جتنا چچا سراج نے کیا جو کہ مرکزی مجرم تھا۔صحافی اور وکیل بھی اس سے کم درجے کے مجرم نہ تھے۔ انھوں نے بھی وہی عمل دہرایا جو چچا سراج نے کیا تھا۔ان دونوں کرداروں کی نفسیات کے بارے میں محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

> ”اپنے بیان میں معصوم بچی جنسی استحصال کرنے والے ”چچا سراج“ کو ننگا دکھا دیتی ہے۔مگر پھر بھی ”پھر پھر“ کی گردان جاری رہتی ہے۔حتیٰ کے بچی کا زخم زخم باقی ماندہ جسم بھی سرخ کمبل سے باہر ننگا ہو جاتا ہے۔کہانی اس ننگے جسم کی نہیں اس ”وکیل“ اور ”صحافی“ کے ننگے باطن کی ہے جو مجموعی طور پر ہمارے سماجی رویوں کو بھی ننگا کر گئی ہے۔“[۶]

اس طرح مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیلوفر اقبال کے اس افسانے نے معاشرے کی ایک جنسی درندے کو ننگا کر دیا ہے اور نیلوفر اقبال کے فن نے معاشرے کے نام نہاد تہذیب یافتہ درندوں کو بھی ننگا کر دیا ہے۔یہ مسئلہ شروع سے درپیش رہا ہے کہ بعض نام نہاد شریف جو معاشرے کا ناسور ہوتے ہیں ان کے بڑے عہدوں نے ان کی پردہ پوشی کی ہوتی ہے۔وہ صحافی اور وکیل بھی اسی قبیل کے نمائندہ کردار ہیں۔

”ڈیپارچر لاونج“:افسانے کی تفہیم کے لئے میر تقی میرؔ کا ایک شعر درج کرنا ضروری ہے:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلّہ

سر سری تم جہاں سے گزرے ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

یہ افسانہ بھی دو مرکزی کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔

میاں سترہ (۱۷) اگست کی صبح کو تیار ہو کر ناشتہ کر کے اپنی غیر ملکی فلائٹ کے لیے روانہ ہوتا ہے اور راستے میں اس کی گاڑی کے ساتھ حادثہ پیش آتا ہے لیکن اس کے باوجود جب وہ غنودگی سے باہر نکلتا ہے تو وہ خود کو جہاز کے ہوائی اڈے کے ڈیپارچر لاؤنج میں پاتا ہے۔ طیارے میں سوار ہو کر سیٹ بیلٹ وغیرہ باندھ لیتا ہے لیکن طیارہ ایک فضائی طوفان کی وجہ سے ہنگامی لینڈنگ کر لیتا ہے۔ اس دوران اس کو خیال آتا ہے کہ اگر ان کا طیارہ گر جاتا تو اس کی پراپرٹی کے تمام کاغذات جو بریف کیس میں تھے اور باقی بینک سٹیٹمنٹ کی رسیدیں وغیرہ تھیں سب جل کر راکھ ہو چکی ہوتیں۔

اس مرد کردار نے گھر واپس آکر زندگی کو عمدگی سے جینے کا ارادہ کیا۔ اس نے زندگی اور اس کے عناصر کو ایک بچے کی طرح حیرت کے ساتھ دیکھا۔ اس نے ہر ہر عنصر سے زندگی کا رس نچوڑ لینے کی ٹھان لی، اس افسانے کے حوالے سے محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

> "ڈیپارچر لاؤنج" قدرے طویل افسانہ ہے اور اس میں واقعات کے بہاؤ سے زندگی کی اصل لذت کشید کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"(۷)

اس افسانے کا مرکزی کردار زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

> "آؤ نا، ذرا بارش کا مزا بھی لیں۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر ٹیرس کے کھلے حصے کی طرف کھینچتے ہوئے لے گیا۔ وہ چلتے ہوئے ہاتھ چھڑانے لگی۔ بارش پڑ رہی ہے۔ کیا کر رہے ہیں آپ ساری عمر بارش کی شکل گوارا نہیں کی۔ آج بارش کا زور ہو رہا ہے۔ وہ ہاتھ چھڑا کر بڑ بڑائی ہوئی اندر چلی گئی۔"(۸)

"بت" افسانے میں ایک ایسے بادشاہ کی کہانی بیان کی گئی ہے جس سے اچانک اس کی سلطنت اور تمام اختیارات چھین لیے جاتے ہیں اور ایسا ایک روز صبح کے وقت بیدار ہونے پر اسے معلوم ہوتا ہے۔ تمام کے تمام درباری اس کی حکم عدولی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ وہ بارہ بجے تک محل سے نکل جائے۔ خود کو خوش نصیب سمجھے کہ اس کی جاں بخشی کر دی گئی ہے۔ وگرنہ وہ قتل کر دیا جاتا۔ وہ بادشاہ اپنے دوست ہمدان کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

فارم ہاؤس میں چلا جاتا ہے۔ جہاں اس کا دوست ہمدان اس تسلی دیتا ہے۔ بادشاہ حیران ہے کہ وہ ایک ہی رات میں اتنا غیر اہم کیوں ہو گیا۔ تو اس کے جواب میں اس کا دوست "ہمدان" نہایت فلسفیانہ انداز میں کہتا ہے کہ:

"کہ میں تمہیں سمجھا دوں گا۔
یہ کہ کل تک میرا وجود تھا آج نہیں ہے۔"
یہ کہ دراصل تمہارا وجود کل بھی نہیں تھا۔ تم صرف لوگوں کے ذہنوں میں موجود تھے۔ آج جب لوگ تمہیں نہیں مان رہے تو تمہارا وجود ختم ہو گیا ہے۔"(۹)

اس افسانے میں قدیم شاہانہ ماحول نہیں دکھایا گیا مگر قدیم شاہانہ طرزِ زندگی کو جدید دنیا کے حقائق سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس حوالے سے محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

"کہانی کا مواد قدیم منظر نامے سے اُٹھا کر ایک نئی متھ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن کئی مقامات پر ایسا محسوس ہوا کہ......... نیلوفر اقبال جدید طرز زندگی کے منظر نامے سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔ یہ طورِ خاص وہاں جہاں انھوں نے بادشاہ کے دوست "ہمدان" کے فارم ہاؤس اور لائبریری کے واقعات کو کہانی کا حصہ بنایا ہے۔"(۱۰)

معزول بادشاہ کی کہانی میں ایک بانسری بجاتا لڑکا، اس کی دلہن اور اس کی بہن داخل ہوتے ہیں اور بادشاہ کو اپنی تنہائی کا احساس کم سے کم ہوتا ہے۔ اصل میں اس افسانے میں اطمینان کی دولت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ معزولی کے بعد جب بادشاہ بانسری والے لڑکے اس کی بہن اور دُلہن کی مداخلت کی وجہ سے بے ہوش ہوتا ہے اور جو اطمینان کی دولت اسے نصیب ہوتی ہے، وہ بھی ایک قسم کی بادشاہت ہی ہوتی ہے۔

"مراد" افسانے میں جسم فروشی جیسے نازک موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر لاہور شہر کی نسبت اس مسئلے کو دکھایا گیا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار نومبر کی ایک شام اپنے دفتر سے واپس آرہا ہوتا ہے۔ جب وہ سڑک کے کنارے کھڑی جسم فروش لڑکی کو دیکھتا ہے۔ وہ لڑکی اسے مخصوص اشارہ کرتی ہے۔

"آدھی دکھائی دیتی ایک لڑکی کھڑی تھی لڑکی نے مخصوص اشارہ کیا۔ یہ مخصوص اشارہ تھا جسے وہ سمجھ گیا تھا لیکن آگے بڑھ گیا تھا۔"(۱۱)

مرکزی کردار کا نام منصور ہے مگر وہ اپنا نام غلط کیوں بتاتا ہے؟ لیکن اس بات کا انکشاف قاری پر شروع میں نہیں ہوتا۔ جب وہ لڑکی کا اپنے ساتھ کار میں بٹھالیتا ہے تو وہ بھوک کی شکایت کرتی ہے۔ مرکزی کردار اسے کھانا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

بھی کھلاتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے بارے میں سوچ بھی رہا ہوتا ہے۔ لڑکی کو بار بار کال آتی ہے ایک بچہ جلدی آنے اور سائیکل لانے کی ضد کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اسے اپنی بہن کا بیٹا بتاتی ہے۔ حالاں کہ مراد موبائل کے باہر آتی تیز آواز سے بچے کے منہ سے دو تین بار ماما، ماما کا لفظ سن لیتا ہے۔ اس مرکزی کردار کا نام دراصل منصور ہے لیکن ایک واقعہ اس کے ماضی میں ہو چکا تھا جس کی وجہ سے اس نے لڑکی کو اپنا نام مراد ہی بتایا جو اس لڑکی کے بیٹے مراد کا تھا۔ جب لڑکی نے اسے بتایا کہ اس کا بھانجا سائیکل کے لیے ضد کرتا ہے لیکن اس کے پاس اتنے پیسے نہیں کہ اس کو بائی سائیکل خرید دے۔ تو اس نے لڑکی کو بائی سائیکل کی دوکان سے اچھی سی بائی سائیکل خرید دی۔ حالاں کہ لڑکی کوئی بھی بائی سائیکل خریدنا نہیں چاہتی تھی لیکن منصور نے وہ بائی سائیکل خرید کر دی۔ کیوں کہ اس کی والدہ ایک سکول میں معمولی ٹیچر تھی جس کی اتنی تنخواہ نہیں تھی کہ اس سے اچھی بائی سائیکل خریدی جاسکے۔ اب لڑکی کو یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ میرے ساتھ وہ سب بھی کرے جس کے لیے اس نے اتنا پیسہ خرچ کیا، حق بنتا تھا اور جس کے لئے اس نے مجھ پر پیسے خرچ کیے ہیں۔ لیکن وہ بہت مطمئن ہوتا ہے اور اس کو گھر کے لیے ایک ٹیکسی کروا کر اس کو کرایہ دے کر روانہ کر دیتا ہے۔

افسانے کا اختتام ان الفاظ میں ہوتا ہے:

"لڑکی خاموشی سے ٹیکسی میں بیٹھنے لگی۔ ایک قدم پھر اُتر آئی۔"

"تھینک یو......... مراد کی طرف سے بھی تھینک یو۔ لیکن آپ مجھے اپنا فون نمبر تو دے دیں۔ آج نہ سہی"

"تم اس بات کی فکر نہ کرو اپنے گھر جاؤ ...."

وہ جاتے جاتے پھر مڑی۔"

"اچھا اچھا اپنا نام تو بتادیں......... میں یاد کروں گی۔"

وہ کچھ دیر چپ رہا......... پھر اپنی گاڑی کی طرف جاتے جاتے مڑ کر بولا......... میرا نام......... میرا نام ہے"مراد" ...."(۱۲)

دراصل "مراد" نام میں دو معنویت چھپی ہیں۔ ایک تو وہ خواہش جن کے لیے انسان ترستا رہتا ہے اور وہ اچانک کسی غیر معمولی وسیلے پوری ہو جاتی ہے۔ اسی لیے مرکزی کردار منصور نے اس لڑکی کو اپنا نام "مراد" بتایا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

دوسری بات یہ کہ اس لڑکی کے اپنے بیٹے کا نام "مراد" تھا تو لڑکی مرکزی کردار دراصل یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہر مرد جنس کا بھوکا نہیں ہوتا۔ وہ عورت کا احترام جانتا ہے۔

لفافہ افسانے میں رشوت جیسے مسئلے کو فن کارانہ اپج کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ بدعنوانی ہمارے معاشرے کا ایک گمبھیر مسئلہ بن چکی ہے۔ اس افسانے میں سرکاری ملازم کی روداد بیان کی گئی ہے۔ جسے اپنی نوکری کے پہلے چند دنوں میں ہی لفافہ کلچر میں پھنسانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن انھوں نے نہ صرف اس کا حصہ بننے سے انکار کر دیا بلکہ بڑے صاحب کے پاس جا کر شکایت لگا دی بجائے اس کے کہ وہ صاحب اس لفافہ کلچر کی نوعیت سمجھتے انھوں نے شریف صاحب کا تبادلہ کر دیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ جیسے شریف آدمی اس جگہ نہیں رہ سکتے۔ یہ اس کی دلجوئی بھی تھی اور اس کی ایمانداری پر طنز بھی تھا۔ محمد امین خاموش ہو کر اپنا کام کرتا رہا۔ ایک دن اس کو اطلاع ملی کہ اس کے وہی صاحب جنھوں نے اس کا تبادلہ کر دیا تھا وہ بدعنوانی کے الزام میں پکڑے گئے ہیں۔ اسی دوران محمد امین کی سروس پوری ہو جاتی ہے۔ وہ ریٹائر ہو جاتا ہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد پھر نوکری کی تلاش میں ہوتا ہے ایک جگہ اسے نوکری مل جاتی ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ جس کمپنی میں وہ کام کرتا ہے وہ اس کے اسی باس کی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس نے اتنا پیسہ کہاں سے بنایا اسے لگتا ہے کہ باس نے یہ پیسہ حرام کی کمائی سے بناتا ہے۔ چناں چہ ایسی جگہ نوکری کرنا جرم ہے لیکن پھر کئی مجبوریاں اس کے ارادے پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مطمئن ہو کر اور کچھ خود فریبی کا شکار ہو کر موٹر سائیکل سٹارٹ کر کے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔

> "شاید پھر میری اولاد کو مجھ سے اتنی شکایتیں نہ رہیں میرا خدا گواہ ہے میں نے کرپشن نہیں کی۔ موٹر سائیکل سٹارٹ کرنے سے پہلے انھوں نے ہاتھ میں تھامے خاکی دفتری لفافے کو دیکھا پھر خاموشی سے لرزتے ہاتھوں سے لیٹر کو نکال کر ایک نظر اس پر دوڑائی۔ تہہ کر کے واپس لفافے میں ڈالا اور واسکوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے طمانیت کی ایک لہر جو ان کے دل و دماغ میں سے گزر گئی۔" (۱۳)

اس افسانے کا موضوع اس کے بالکل آغاز میں ہی سامنے آجاتا ہے۔ اس حوالے سے محمد حمید شاہد کہتے ہیں:

> "آپ افسانہ "لفافہ" پڑھیں گے تو عین آغاز میں اس کا موضوع بھی بیان ہوتا ہے۔ جس کے مطابق ایک ایمان دار آدمی کرپٹ دفتر میں یوں ہوتا ہے جیسے نیوڈ کلب میں کوئی شخص

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلّہ

کپڑے پہن کر داخل ہو جائے۔اجنبی سب سے الگ تھلگ اور سب کی نظروں میں چھبتا ہوا۔"(۱۴)

اس افسانے میں مصنفہ نے دوسرا المیہ یہ دکھایا ہے کہ بڑے صاحب تورشوت کا پیسہ لے کر خود کو معاشی حوالے سے مستحکم کر لیتے ہیں جب کہ وہی لوگ جو ماتحت ہوتے ہیں اور ایمانداری سے ساری زندگی نوکری کرتے ہیں ان کو معاشی مجبوریوں کی وجہ سے ایسے ہی راشی لوگوں کے پاس ملازمت کرنا پڑتی ہے۔

"نانی کی ننھی" افسانے کا موضوع بھی ان کے افسانے "مراد" کی طرح جنس ہی ہے۔اس افسانے کا مرکزی کردار ننھی جو کہ دھندا کرنے والی عورتوں کے ہاں چلا رہی ہے۔ننھی کو جب اس کی پالن ہار نانی نے بہت دکھ دیے تو وہ خوشی کی تلاش میں کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔بھاگنے کے باوجود وہ مکمل طور پر نہ بھاگ سکی اور اسی پیشے کا حصہ رہی جس کا حصہ اسے اس کی نانی بنانا چاہتی تھی۔اس حوالے سے محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

"نیلوفر اقبال نے جس ننھی کی کہانی لکھی، وہ "نانی" کی محافظت سے نکل کر بھاگی نہیں بلکہ اسی کی کوشش کے مطابق ڈھل رہی تھی۔"(۱۵)

افسانے کا دوسرا مرکزی کردار ننھی کی ایک سہیلی ماکھو ہے جو ایک جج کے گھر ملازمہ ہے۔وہاں گھر میں ایک بچی فیئری ہے جس کی نانی فیئری کے لیے بہت سارے کھلونے لاتی ہے جب کہ فیئری کی نانی کے برعکس ننھی کی نانی اس کے لیے کچھ نہیں لاتی۔وہ کنجری، رنڈی اور پیشہ کرنے والی ہے۔یہ الفاظ ماکھو نے ہی ننھی کو بتائے تھے۔جن سے وہ ناواقف تھی۔

ننھی نے اپنی نانی کے ہوتے ہوئے اپنی ماں سے ان تمام الفاظ کے معنی پوچھے جو ماکھو نے اس کی نانی کے لیے استعمال کیے تھے۔ننھی کی نانی نے وہ الفاظ سن کر خوب ہنگامہ برپا کیا۔

ننھی اپنے انجام سے نا واقف ہوتی ہے کہ اسے بھی ان الفاظ کی چبھن مستقبل میں محسوس کرنا ہو گی۔افسانے کا انجام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

"یکا یک "ننھی" کی نظر دروازے میں کھڑی اپنی" نانی" پر پڑی جو شعلہ باز نظروں سے اپنے گھر کے دروازے میں کھڑی "ماکھو" کی ماں کی آنکھوں میں تول رہی تھی۔پھر اس نے جھک کر اپنی جوتی اُتاری اور اس کو دکھائی "ماکھو" کی ماں ہم کر کے جلدی سے جو کی اوٹ میں چلی گئی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

"ننھی" کا سینہ فخر سے پھول گیا...... کیسی زبردست "نانی" "فیری" کی "نانی" تو میری "نانی" کی کے برابر بھی نہیں اس نے "ماکھو" سے کہا۔"(۱۶)

اس افسانے کی تکنیک بہت جان دار ہے۔ نسل در نسل پیشہ کرنے والی عورتیں کس طرح گُمنامی سے اس پیشے کی دلدل میں دھنس جاتی ہیں۔ یہ ان عورتوں کا المیہ ہے جسے نیلو فر اقبال نے خوبی سے بیان کیا ہے۔

"جنت پلٹ" افسانہ حقیقت نگاری کی طرز پر نہیں ہے جیسا کہ اس کتاب کے اور نیلو فر اقبال کی دوسری کتابوں کے بھی اکثر افسانے ہیں۔ اس افسانے کا راوی جنت میں آرام سے حوروں کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے کہ اچانک جنت کی یکسانیت آمیز زندگی سے اُکتا جاتا ہے اور واپس دُنیا میں اپنے گھر جانا چاہتا ہے۔ اس کام کے لیے وہ جنت کے ایڈمنسٹریٹو آفس سے رابطہ کرتا ہے۔ پہلے پہل تو اس کو اس حوالے سے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا۔ اسی اثنا میں ان کے محلے کے ایک اور صاحب جنت تشریف لاتے ہیں۔ راوی ان سے اپنے گھر والوں کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ صاحب بہت معنی خیز انداز میں بتاتے ہیں کہ ان کا دوست احمد ان کے گھر کا ہر کام کرتا ہے۔ سودا سلف لا کر دیتا ہے اس کے بچے کو سکول چھوڑ کر آتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ راوی کو اس بزرگ کا معنی خیز انداز بہت کھٹکتا ہے تو ان کی دُنیا میں واپس آنے کی خواہش میں شدت آجاتی ہے۔ غرض ایک دن اسے جنت سے دُنیا میں آنے کا اجازت نامہ مل جاتا ہے جو کہ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے ہوتا ہے۔

وہ اپنے گھر جا کر ساری صورتِ حال کا جائزہ لیتا ہے۔ ہر بار جب گھنٹی بجتی ہے اس کا خدشہ بڑھ جاتا ہے مگر ہر بار ہی اس کی توقع کے اُلٹ امجد اس کا دوست نہیں ہوتا کیوں کہ جنت میں جس بندے نے معنی خیز انداز میں امجد کا نام لیا تھا اس معنی خیز انداز سے ہی راوی کے شک کو تقویت ملی تھی۔ وہ اپنی بیوی زرینہ کے بارے میں پریشان بھی ہے اور بے بس بھی اسے اس چیز کا احساس ہے کہ اس کی جوانی صرف میرے لیے خراب ہوئی ہے۔ آخر وہ زرینہ اور اپنے دوست امجد کا ایک منظر نامہ دیکھتا ہے جس کہ وجہ سے وہ وقت سے پہلے اور پکا پکا جنت چلا جاتا ہے اور حور اس کے اتنی جلدی آنے پر تعجب کا اظہار کرتی ہے۔

امجد راوی کا بچپن کا دوست تھا۔ راوی اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا کہ امجد لڑکیوں کے بارے میں بہت بے باک تھا۔ اور تارُو بھی بے باک تھی۔ اسی لیے اس کو اپنی بیوی اور اپنے دوست کا انداز برا لگا۔

"لیجیے جناب۔ آپ کا سودا۔ اب لے بھی لیں یہیں کھڑا رہوں شام تک۔ انھیں وہیں رکھ دیں نا "زرینہ" کی آواز میں کھنک سی تھی........؟

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

جو حکم سرکار.........."(۱۷)

"خوشی" افسانے میں خوشی کا فلسفہ مصنفہ نے فن کارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض لوگوں کے پاس بہت کچھ وافر مقدار میں ہونے کے باجود حقیقی خوشی سے محرومی اس کا مقدر ہوتی ہے اور بعض لوگ بہت کم پر مطمئن ہو کر حقیقی خوشی کا سراغ پالیتے ہیں۔

اس افسانے کا مرکزی کردار رافیہ ہے۔ وہ بہت ماڈرن ہے اور نت نئے فیشن کے ملبوس اور جوتے خریدنا اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ اس نے ایک فنکشن پر جانا ہوتا ہے۔ جہاں اس کی اور بھی دوست مدعو ہیں۔ اس فنکشن کے لیے وہ بہت اعلیٰ درجے کا سوٹ خریدتی ہے اور بہت اعلیٰ ملبوس اور جوتے بھی لیتے ہیں۔ اسی دوران اس کی نوکرانی صغرا نے اپنی مالکن زرینہ سے کوئی سوٹ مانگا۔ اس نوکرانی نے بھی کسی شادی میں جانا تھا۔ رافیہ فنکشن میں گئی تو یہ دیکھ کر جل گئی کہ اس کے مقابلے کا سوٹ اس کی دوست نمرہ نے بھی پہنا ہوا تھا۔

"۔۔۔ایک نے نمرہ کو بازو سے پکڑ کا آگے کیا۔ نمرہ ہو بہو وہی لباس پہنے کھڑی تھی۔ از نٹ اٹ اے سمال ورلڈ۔۔۔ نمرہ نے مصنوعی ہنسی کے ساتھ کہا: آئی نو۔ رافیہ نے بھی مصنوعی ہنسی کے ساتھ کہا۔"(۱۸)

ایک طرف اتنا مہنگا سوٹ پہن کر بھی مصنوعی مسکراہٹ ہنسی تھی۔ جب کہ دوسری طرف اس کی نوکرانی کا رویہ ملاحظہ کریں جو کہ اس کا اترا ہوا لباس پہن کر بھی ساتویں آسمان پر تھی:

"جی کل جیڑا سوٹ دتا سی۔ انھی ٹور ہوئی میری کی دساں۔ اک اک زنانی نے پچھیا کھول لرا؟۔ شریکاں دے تے جی منہ ڈنگے ہو گئے۔"

"پھر"

"میں آکھیا میری بیگم صاحب ہراں دتا اے"

"اچھا"

"اللہ توانوں اینا دیوے جی۔ میرا دل خوش کر دتا۔" اس کی آنکھیں خوشی سے جھلملا رہی تھیں۔

اس نے کافی کا ایک تلخ گھونٹ بھرتے ہوئے کہا اور میرا دل؟.......... میرا دل سڑ کے سوا ہو گیا........"(۱۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

اس افسانے کے بارے میں محمد حمید شاہد یوں رائے دیتے ہیں:

"افسانہ "خوشی" کو دیکھیے اس میں ایک خاتون برانڈڈ ملبوسات میں خوشی تلاش کرتی ہے۔ مگر ویسا لباس کسی اور کو پہنے دیکھ کر دکھی بھی ہو جاتی ہے۔ اسی خاتون کے گھر میں کام کرنے والی "صغریٰ" اس کی اترن میں خوش ہے۔ نیلوفر اقبال کے ہاں اس افسانے میں معاشرتی بگاڑ کی ایک صورت نظر آتی ہے۔"(۲۰)

"سوکری" افسانہ بھی کرداری افسانہ ہے اور اس افسانے کے راوی مرکزی کردار جوشی کے مشاہدات پر مبنی ہے۔ راوی کا بے تکلف دوست ثقلین بھی اس افسانے کا کردار ہے۔ ایک دن ثقلین فون کر کے اپنے دوست جوشی کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتا ہے۔ راوی کے بقول وہ کوئی مناسب بہانہ ڈھونڈ ہی رہا ہوتا ہے کہ اس کا دوست اسے انکل کا بتا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"اس نے کہا ایک انکل ہیں جو بالکل تنہا ہیں اب رہنے کے لیے اس کے پاس آ گئے ہیں۔ یہ انکل آرٹسٹ ہیں، پینٹنگ کرتے ہیں، گا لیتے ہیں اور ساتھ ساتھ ایک ایوارڈ یافتہ آرٹ فلم میں بھی کام کیا ہے۔ راوی اس انکل کی باتوں سے اندازہ لگاتا ہے کہ اس کی گفتگو میں تان ""سوکری" کے حوالے پر آ کر ٹوٹتی ہے۔ آخر وہ تنگ آ کر پوچھ ہی لیتا ہے کہ سوکری کیا ہے اور کہاں ہے؟ جس کے جواب میں انکل بتاتا ہے۔

سوکری یہ کس جگہ ہے؟

استنبول کے قریب ساحلی علاقہ ہے۔ سوکری لفظ کے معنی جانتے ہیں آپ نے .... میٹھا .... مٹھاس ...."(۲۱)

اس کردار کا قیام بہت کم عرصہ سے تھا لیکن وہ جگہ اس کے دماغ میں اپنا مستقل مقام بنا چکی تھی۔ اس کے متعلق احساس راوی کو ایک واقعہ کی وجہ سے ہوا:

"پھر آپ وہیں کیوں نہ رہ گئے۔ اب میں نے بے لحاظی سے

کہا

سوکری میں .... اور کہاں؟

سوکری سے میرا کیا تعلق؟

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

میں سائے میں آ گیا اور حیرت زدہ سا اس شخص کا منہ تکتا گیا یہ وہ شخص کہہ رہا تھا جو کبھی اس جگہ سے نکلا ہی نہ تھا.........تعلق.........؟.........آپ وہیں سے تو آئے ہیں نا حال ہی میں

حال ہی میں ؟.........حال میں تو نہیں گیا۔

پھر کب گئے تھے ؟

پچاس سال پہلے

پچاس سال پہلے ؟

ہاں.........وہ تو پچاس سال پہلے کی بات ہے۔"(۲۲)

اس افسانے کے حوالے سے محمد حمید شاہد کہتے ہیں:

"اور آخر میں ایک ایسے افسانے کا ذکر ہے جس میں انسانی نفسیات کی اس گرہ کو موضوع بنایا گیا ہے جو کہیں پڑ جائے تو آدمی اس میں بندھا رہ جاتا ہے۔اس گرہ میں بندھنا ایسی اذیت ہے جو لذت بن جاتی ہے۔سوکری میں اس کہانی کے مرکزی کردار کا کچھ وقت اتنا طویل کہ ابھی تک وہ اسی میں رہ رہا ہے۔اور شاید اپنی زندگی تک اسی میں رہے گا۔"(۲۳)

"لو اسٹوری" یہ ہلکے پھلکے انداز میں لکھا گیا افسانہ ہے۔ جس میں راوی نے ایک مرغی جس کا نام لیلیٰ ہے اور ایک مرغا جس کا نام مجنوں ہے، ان کی داستانِ محبت مزاحیہ انداز میں بیان کی ہے۔ مصنفہ کا کمال یہ ہے کہ اس نے اس کہانی کو اس طریقے سے اور ایسی جزئیات سے بیان کیا ہے کہ یہ ایک مرغے اور مرغی کی محبت سے بڑھ کر ایک مرد اور عورت کی محبت کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔

اس میں ہلکے پھلکے مزاح کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔کہانی کے متن کو مختلف عنوانات کے تحت بانٹا گیا ہے۔اس کے بارے میں محمد حمید شاہد لکھتے ہیں کہ:

"یہ بھی ایک طنزیہ تحریر ہے جس میں فوجی آمر ضیا الحق کے زمانے میں ہونے والی اہل قلم کانفرنس کی بھد اُڑائی گئی ہے۔"(۲۴)

"رس گلے" افسانے کے تین مرکزی کردار ہیں۔شیریں، عادل اور حسن۔ شیریں، محسن کی بیوی ہے اور عادل اس سے محبت کرتا ہے۔ شیریں کو رس گلے بہت پسند ہیں۔ جب اس بات کا علم عادل کو ہوتا ہے تو وہ راہ ہموار کرنے کے لیے ہر دوسرے تیسرے ہفتے رس گلے کا ایک پیکٹ لے جاتا ہے۔ایک روز جب وہ رس گلے لے کر چکے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

سے ان کی بیٹھک میں بیٹھ جاتا ہے اور گھر کے لوگوں کا انتظار کرتا ہے۔ جس سے آواز آتی ہے۔ گھر کے لوگ محو گفتگو ہیں۔ اس کی محبت کا خوب مذاق اڑایا جاتا ہے۔ عادل کے لیے یہ بات بے عزتی کا باعث تھی کہ شیریں بھی اس کی بے عزتی میں ہراول دستے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ عادل نے ان کے گھر والوں کی درج ذیل گفتگو سنی جس کی وجہ سے وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔

"بھئی وہ تمہارے مجنوں صاحب کے رس گلے کیا ہوئے۔" ہائے اللہ "" شیریں "ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔ کیوں نام دھر رہے ہو بے چارے کو، اتنا تو شریف ہے۔
شریف ہے .... اسی لئے تو چپ چاپ رس گلے کھائے جا رہا ہوں۔ کوئی اور ہو تو پھر جان جانتی ہونا مجھے؟[۲۵]

یہ گفتگو سن کر وہ بہت شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ اس کو ساری کہانی سمجھ آجاتی ہے کہ کس طرح شیریں اور اس کے گھر والوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت اس کو الو بنایا اور چپ چاپ اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر کے دل ہی دل میں محظوظ ہوتے رہتے تھے اور اسی وقت اس کو پچھلے تمام واقعات کی سمجھ آنا شروع ہوتی ہے کہ کس طرح شیریں اپنے شوہر کی موجودگی میں ہی اس سے تکا کرتی تھی اور وہ اس کو بھی محبت شمار کرنے لگا تھا۔

یہ کہانی اس وقت افسانہ بنتی ہے جب عادل آخری بار بھی ان کے گھر ہی رس گلے چھوڑ آتا ہے۔

"پارک میں پہنچ کر دم لیتے ہوئے "عادل صاحب "نے اپنے آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی کہ آخر "حسن" کے ڈرائنگ روم سے کھسکتے وقت انھیں صوفے پر رکھے ہوئے رس گلے اٹھانے کیوں یاد نہ رہے۔"[۲۶]

اس افسانے میں کوئی گہرا فلسفہ بیان نہیں ہوا۔ مصنفہ تمام واقعات کو ہلکے پھلکے انداز میں بیان کیا ہے اور بعض جگہ تو مزاح کی چھوٹ بھی پڑتی ہے۔

عادل صاحب جب اپنے آپ سے جنگ کر رہے ہوتے ہیں اور خود کو کسی طرح شیریں کی محبت کے قابل نہیں پاتے تو وہ اس طرح خود کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مصنفہ مزاحیہ انداز سے اس واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔

" عادل صاحب محبت کے اس ان دیکھے جال میں بے بس پنچھی کی طرح لاکھ پھڑپھڑائے۔ اپنے اوپر منطق کا استعمال کیا۔ خود کو اپنی عمر کا احساس دلایا۔ اپنے گھر کی طرف

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنی توجہ مبذول کرائی اور خاص کر "شیریں" جیسی جوان اور تندرست عورت ایسے مرد کو کیسے چاہ سکتی ہے۔ جس کی بنیان کے اوپر ہی سے پسلیاں گنی جا سکتی ہوں۔"(۲۷)

مصنف کے فن کا کمال یہ ہے کہ اس نے محبت کے کسی سنجیدہ جذبے کو نہیں دکھایا۔ ہلکے پھلکے اور مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے اس افسانے کے حوالے سے محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

"رس گلے میں بھی مزاح کا عنصر حاوی ہے اور مزاح کا شیریں بھی زیادہ ہے۔"(۲۸)

"حلالہ" افسانہ سابقہ میاں بیوی کی ٹیلی فونک کی گفتگو پر مشتمل ہے۔ ایسے میاں بیوی جن کی طلاق ہو چکی ہے۔ اس افسانے میں ہلکا پھلکا مزاح بھی شامل ہے۔

افسانے کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

"دیکھو یار......... اب ہماری طلاق ہو چکی ہے۔ تمہیں مجھے ایسے فون نہیں کرنا چاہیے.........

کیسے فون نہیں کرنا چاہیے؟

جیسے کچھ ہوا ہی نہیں.........

نہیں تو کیا ہوا ہے؟

ہماری طلاق ہو چکی ہے۔"(۲۹)

فون پر بات کا یہ سلسلہ روایتی تو تکرار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لڑکی کا اصل نام رزینہ ہے۔ جس کو پیار سے جینا کہنے کی عادت اس کے شوہر کو پڑ چکی ہوتی ہے۔ اس گفتگو کے دوران ہی لڑکی کہتی ہے کہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہوئی ہم پھر شادی کر لیتے ہیں تو لڑکا کہتا ہے کہ حلالہ کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ حلالہ کا سارا طریقہ جان لینے کے بعد جینا کہتی ہے کہ شہریار ہے وہ کسی دن کام آئے گا تو یوں لڑکا کہتا ہے کہ تمہارے دل کی بات تمہاری زبان پر آ گئی ہے۔ تم کو شہریار مجھ سے زیادہ پسند ہے اور تمہاری نظر اس پر بہت پہلے تھی۔ لڑکا نہیں مانتا کہ شہریار سے دوبارہ حلالہ ہو جب کہ لڑکی اس بات پر مخصر ہوتی ہے کہ تم شہریار سے بات کرو اور آخر کار ان الفاظ پر افسانے کا اختتام ہوتا ہے:

"۔۔۔ دیکھوں گی۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو میں خود شہریار سے بات نہیں کر سکتی۔ اب تو میں حلالہ کروا کے ہی چھوڑوں گی۔ ایک تو میں تمہاری خاطر۔۔۔ سمجھتے کیا ہو خود کو۔۔۔"(۳۰)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلّہ

افسانہ "رس گلے" اور "حلالہ" کا موضوع ملتا جلتا ہے۔ان دونوں افسانوں کے بارے میں محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

"رس گلے" اور "حلالہ" میں بھی مزاح کا عنصر حاوی ہے۔"رس گلے" میں بھی مذاق کی شیرینی زیادہ ہے جب کہ حلالہ میں طنز کی آنچ۔ان دونوں افسانوں میں میاں بیوی کے رشتے میں ایک تیسرے شخص کے دخیل ہونے کو موضوع بنایا گیا ہے۔"رس گلے" یہ کہانیاں محض محبت کی تکون نہیں ہیں۔ہمارے ان اتھلے رویوں پر شدید طنز بھی ہیں جو معاشرتی بگاڑ کا سبب ہیں۔"(۳۱)

"یوسف" افسانے کے دو مرکزی کردار ہیں: رفیقہ اور شرافت۔دونوں کرداروں کی عمروں میں کافی فرق دکھایا گیا ہے۔لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں ایک جذباتی محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔افسانے کے آغاز میں ہی دونوں کرداروں کی عمر اور اس کے تعلق کی نوعیت کے بارے میں بتا دیا جاتا ہے۔

مصنفہ لکھتی ہیں:

"رفیقہ عمر میں شرافت صاحب سے کم از کم بیس بائیس سال چھوٹی تھی۔عمر کے تفاوت کے باوجود ان کی طرف کیوں مائل ہوئی؟اس سوال کا بہت سیدھا سا جواب ہے کہ وہ مائل ہی عمر کے اس تفاوت کی وجہ سے ہوئی۔جوان لڑکوں سے تو اسے کچے انڈوں کی بو آتی تھی۔"(۳۲)

جب ان دونوں کرداروں کے درمیان ان کے مکمل ذہنی ہم آہنگی محسوس ہونے لگتی ہے اور محبت ارتقا کی منزلیں طے کر چکی ہوتی ہے تو دونوں ملنے کا پروگرام بناتے ہیں۔

دونوں کا ایسی ملاقات کا پہلا تجربہ ہوتا ہے۔لڑکی اپنے آپ کو خود سپردگی کے لئے آمادہ کر لیتی ہے مگر شرافت صاحب کچھ بھی ایسا سوچنے یا کرنے کو گناہ تصور کرتے ہیں اور ملاقات والے دن دو گھنٹے کی ملاقات کے دوران ایک بھی لفظ محبت یا رومان کے بارے میں نہیں بولتے۔لڑکی بہت بور اور مایوس ہو کر چلی جاتی ہے۔اسے اگلے دن جب "شرافت صاحب" خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کرتے ہیں تو:

"اگلے روز انھوں نے رفیقہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کا نمبر ڈائل کیا رفیقہ نے اٹھایا۔انھوں نے سلام کیا۔ایک طویل خاموشی کے بعد دوسری جانب سے رسیور آہستگی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

سے رکھ دیا گیا۔ یا شاید پٹخ دیا گیا شرافت وہیں ہاتھ میں تھامے بیٹھے رہے اور سوچنے لگے کہ
آخر ان سے کیا غلطی ہوئی۔"(۳۳)

رفیقہ کو ایک مرد پر ایک لڑکی اور خاص طور پر محبوبہ کی نفسیات اور تقاضا نہ سمجھنے کا غصہ ہوتا ہے۔ شرافت صاحب تو اس کے لئے ان ناتجربہ کار لڑکوں سے بھی زیادہ سادہ آدمی ثابت ہوئے جن سے رفیقہ کو کچے انڈوں کی بو آتی تھی۔

اس افسانے کے بارے میں محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

"کچی عمر کے بچھڑوں میں وہ نہ تھی لہٰذا شرافت کی جانب لپکی تھی جب کہ شرافت کا کرتا آگے سے پھٹا اور نا پیچھے سے۔ انجام کار وہ بھونچکے بیٹھے سوچ رہے تھے کہ ان سے کیا غلطی ہوئی تھی۔"(۳۴)

"کالک" اس مجموعے کا آخری افسانہ ہے۔ یہ افسانہ تمثیلی انداز میں لکھا گیا ہے۔ یہ افسانہ اس وقت لکھا گیا جب ضیاالحق کے دور میں ادیبوں اور شاعروں کو بہت زیادہ پابندیوں کا سامنا تھا۔ ادیبوں پر لکھنے کی بجائے انھوں نے تمباکو پینے والے طبقے کی بنیاد پر لکھا ہے۔ اس افسانے میں ندیم جدید لکھاریوں کی علامت ہے جب کہ چوہدری علم دین کلاسیکی روایت کا امین ہے۔ دونوں بظاہر حقہ کش ہیں۔ کلاسیکی روایت کا امین حقہ گڑ گڑاتا ہے جب کہ جدیدیت کا امین سگار اور سگریٹ نوش ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے بیر رکھتے ہیں۔ حکومت کی جانب سے تمباکو نوشی کرنے والے دونوں حلقوں کو ایک دعوت ملتی ہے۔ جس میں دونوں کو توقع ہوتی ہے کہ ان کو پذیرائی ملے گی لیکن عین وقت دونوں کو حکومتی ارکان خبر دار کرتے ہیں کہ معاشرے میں ان کی سرگرمی تخریب اور بگاڑ کا سبب بن رہی ہے۔

حکومتی اراکین کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر وہ دونوں طبقے حقارت محسوس کرتے ہیں۔ افسانے کا اختتام اس منظر پر ہوتا ہے:

"میری عمر اب کوڑے کھانے کی نہیں۔ چوہدری علم دین نے جھک کر اپنی چلم اٹھاتے ہوئے
کہا جو ٹوٹ گئی تھی........
ان کے ہاتھ پر کالک لگی تھی.
"ندیم" نے انھیں پونچھنے کے لیے اپنا رومال پیش کیا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10

نہ آتے نہ کالک لگتی........وہ داغ داغ رومال لوٹاتے ہوئے بڑبڑائے۔"(۳۵)

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ اس افسانوی مجموعے میں بھی فکری و موضوعاتی اور اسلوبیاتی حوالے سے بہت تنوع ہے۔

اس مجموعہ میں زیادہ تر افسانے ایسے ہی باطنی مسائل پر ہیں۔چند ایک افسانے سماجی مسائل اور بین الاقوامی مسائل پر بھی ہیں۔اس مجموعے میں میں بھی اسلوب اور فکر کا تال میل ہے جیسے کہ ان کے پہلے دوافسانوی مجموعوں میں تھا۔

نیلوفر اقبال کا دوسرا افسانوی مجموعہ جن افسانوں پر ختم ہوتا ہے ان کا تیسرا افسانوی مجموعہ سیاہ سونا کا آغاز اس سے اگلے قدم پر ہوتا ہے۔سرخ دھبے کے آخری افسانوں میں امریکہ اور دوسری غاصبی طاقتوں کی تیسری دُنیا کے بارے میں پالیسیوں کا ذکر ہے اور ان پالیسیوں کا نتیجہ اور ان کے ساتھ اشتقاق کردہ عالمی مالیاتی ادارے کس طرح تیسری دُنیا کے ممالک کو ان کے اپنے ذخائر استعمال کرنے اور ترقی کی راہ پر لانے سے روکتے ہیں۔اس کا بیان ان کے اس مجموعے کے پہلے افسانے سیاہ سونا میں ہے۔اس افسانے میں بھی تکنیک، موضوع اور اُسلوب کا تنوع دکھائی دیتا ہے۔نیلوفر اقبال کے دو افسانے "نانی کی ننھی" اور "مراد" میں جنسی حقائق ملفوف انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ان میں جنس اور جسم فروشی کا ذکر ہے لیکن مصنفہ کی زبان یا اُسلوب کہیں بھی چٹخارے دار نہیں ہوا۔اس افسانوی مجموعے میں ہلکے پھلکے انداز میں افسانے لکھے گئے ہیں۔جن میں یوسف، قالب اور سوکری شامل ہیں۔

نیلوفر اقبال بھی ہمارے ان جدید لکھاریوں میں شمار ہوتی ہیں، جن پر بہت کم توجہ دی گئی حالاں کہ ان کے بعض افسانے حقیقت پسندی کی روایت میں اعتبار کا درجہ رکھنے کے قابل ہیں ان کے افسانوں کے بارے میں مجموعی طور پر رائے دیتے ہوئے محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

> "نیلوفر اقبال اپنی افسانہ نگار کی حیثیت سے شناخت اس کے معروف افسانوں "گھنٹی" اور "برف" کے بعد ہوئی۔یہ وہ افسانے ہیں جو ٹھوس حقیقت نگاری اور سادہ بیانیے کے باوصف نہ صرف لائقِ توجہ ہو گئے ہیں بلکہ نئے انسان کی حسیات سے بھی جڑے ہوئے ہیں۔سادہ کاری کا سلیقہ اس کے پاس ہے۔کہیں کہیں وہ لطیف طنز کا استعمال اس خوبی سے کرتی ہے کہ متن جاگ اُٹھتا ہے، نئی زندگی قابلِ قدر تہذیبی اور خاندانی روایات کو کس طرح نابود کر رہی ہے۔سامراج چاہے اندرونی ہو یا قاہی کیسے انسان ہی کو مرنے مارنے پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

تیار ہو جاتا ہے۔ یہ اس کے موضوعات رہے ہیں۔"کھوٹا سکہ " کا بگا جنگ میں مارا گیا مگر شہید نہیں ہے، کیوں ؟ کتوں کا انچارج یعنی "برف " کا شیر علی کتوں سے کم تر ہو گیا ہے، کیسے ؟" حساب " کی اولاد اپنی بوڑھی ماں کو حساب دینے پر مجبور کر دیتی ہے، کس لیے ؟

نیلو فر اقبال کے افسانوں میں ان سوالوں کا جواب
تلاشتے، تلاشتے، دکھ کی ایسی فعال فصل کاشت کر دی گئی ہے جسے
ہر پڑھنے والے کو بہر حال کاٹنا ہے۔"(۳۶)

مجموعی حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ نیلوفر اقبال ایک بے باک لکھاری ہیں جنھوں نے بہت متنوع موضوعات پر افسانے لکھے۔ ان کے افسانوں کی سب سے بڑی خوبی ان کی بے باکی اور ابلاغ کی قوت ہے۔ اپنے اسی افسانوی فن کی وجہ سے وہ حقیقت پسندی کی روایت کی معتبر لکھاری بن گئی ہیں۔ ان کے افسانے اردو افسانوی روایت میں ایک اہم اور معتبر اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱. محمد حمید شاہد، (دیباچہ)، سیاہ سونا، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص ۲۰
۲. نیلو فر اقبال، سیاہ سونا، ص ۲۳
۳. ایضاً، ص ۲۲
۴. ایضاً، ص ۳۲
۵. ایضاً، ص ۳۳
۶. نیلو فر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ص ۱۵
۷. ایضاً، ص ۱۶
۸. نیلو فر اقبال، سیاہ سونا، ص ۵۱
۹. ایضاً، ص ۶۲
۱۰. نیلو فر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ، ص ۱۹
۱۱. ایضاً، ص ۶۸
۱۲. ایضاً، ص ۷۴
۱۳. ایضاً، ص ۸۲

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-10
ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۴. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ص ۱۴
۱۵. ایضاً، ص ۱۶
۱۶. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا، ص ۹۰
۱۷. ایضاً، ص ۱۰۲
۱۸. ایضاً، ص ۱۰۷
۱۹. ایضاً، ص ۱۰۸
۲۰. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ص ۱۴
۲۱. ایضاً، ص ۱۱۲
۲۲. ایضاً، ص ۱۲۱
۲۳. ایضاً، ص ۲۰
۲۴. ایضاً، ص ۱۳
۲۵. ایضاً، ص ۱۴۳
۲۶. ایضاً، ص ۴۳
۲۷. ایضاً، ص ۱۳۶
۲۸. ایضاً، ص ۱۳
۲۹. نیلوفر اقبال، سیاہ ہونا، ص ۱۴۴
۳۰. ایضاً، ص ۱۵۱
۳۱. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ص ۱۴
۳۲. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا، ص ۱۵۲
۳۳. ایضاً، ص ۱۶۲
۳۴. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا (دیباچہ از محمد حمید شاہد)، ص ۱۵
۳۵. نیلوفر اقبال، سیاہ سونا، ص ۱۷۶
۳۶. محمد حمید شاہد، اُردو افسانہ صورت و معنٰی، مرتب: یٰسین آفاقی، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸۰